بیمہ کی حقیقت و شرعی حیثیت

(۳)

از مولانا محمد تقی امینی صاحب ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ذیل میں بیع الوفار کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

بیع الوفار کی تعریف اور وجہ تسمیہ

فقہار نے اس کی یہ تعریفیں کی ہیں:

(۱) بیچنے والا خریدار سے کہتا کہ تمھارا جو قرض میرے ذمہ ہے اس کے بدلہ یہ چیز بیچتا ہوں اس شرط پر کہ جب میں قرض ادا کر دوں گا تو یہ چیز میری ہو جائے گی[۱]

(۲) بیچنے والا خریدار سے کہتا کہ میں تم سے یہ چیز اتنی قیمت کے بدلہ بیچتا ہوں اس شرط پر کہ جب میں قیمت ادا کر دوں تو یہ چیز مجھے واپس کر دینا[۲]

(۳) بیچنے والا خریدار سے کہتا کہ میں تم سے یہ چیز اُس قرض کے بدلہ بیچتا ہوں جو تمھارا میرے ذمہ ہے اس شرط پر کہ جب میں قرض ادا کر دوں تو یہ چیز میری ہو جائے گی[۳]

(۴) بیچنے والا خریدار سے کہتا کہ میں تم سے یہ چیز اس شرط پر بیچتا ہوں کہ جب میں قیمت دوں تو تم یہ چیز میرے ہاتھ بیچ دو[۴]

۱،۲ البحر الرائق جزء سادس صث شیخ زین الدین ابن نجیم۔

۳،۴ رد المحتار کتاب الصرف مطلب فی بیع الوفار صہ ۲۸۱ ابن عابدین۔

(۵) جس کو نقد روپیہ کی ضرورت ہوتی وہ کسی سے کچھ رقم لے کر اپنی زمین اس کے حوالہ کر دیتا اس شرط پر کہ جب وہ رقم (قیمت) واپس کر دے تو زمین اس کو لوٹا دی جائے[1]۔

علامہ شامی نے بیع الوفار کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے

ان فیہ عہداً بالوفاء من المشتری بان یرد المبیع علی البائع حین رد الثمن[2]

اس بیع میں چونکہ خریدار کی طرف سے وعدہ پورا کرنے کا عہد پایا جاتا ہے کہ وہ خریدی ہوئی چیز کو واپس کر دے جب بیچنے والا قیمت لوٹائے (اس بنار پر بیع الوفار کہتے ہیں)

بیع الوفا کے بارے میں فقہار کے اختلافات

مذکورہ صورتوں میں چونکہ واپسی کے وقت خریدار کو پوری قیمت مل جاتی اور واپسی سے پہلے وہ کسی حق اور عوض کے بغیر فائدہ اٹھاتا رہتا ہے جو ناجائز انتفاع اور سود کی ایک شکل ہے اس بنار پر جواز وعدم جواز میں فقہار کے درمیان شدید اختلاف ہے مثلاً

(۱) بعض کے نزدیک یہ بیع فاسد ہے کیونکہ بیع صحیح کی شرطیں اس میں نہیں پائی جاتی ہیں۔

(۲) بعض کے نزدیک یہ بیع صحیح ہے اور واپسی کی شرط لغو ہے

(۳) بعض کے نزدیک یہ بیع نہیں بلکہ رہن ہے اور فائدہ اٹھانے کی شرط لغو ہے۔

(۴) بعض کے نزدیک لفظ بیع کے ساتھ اگر یہ معاملہ کیا گیا ہے تو بیع ہی ہوگا رہن نہ ہوگا البتہ لفظ بیع کے ساتھ کسی شرط کا ذکر نہ ہونا ضروری ہے اگرچہ بعد میں واپسی کا وعدہ لے لیا گیا ہو (ایسی صورت میں بیع ہونے کے ساتھ وعدہ پورا کرنا ضروری ہوگا) لیکن اگر معاملہ کرنے کے ساتھ فسخ کی شرط لگائی گئی یا وعدہ وفار کرنے کی شرط ہوئی یا لفظ بیع کے ساتھ یہ جان کر معاملہ کیا گیا

---

[1] المدخل الفقہی العام ص ۱۰۹ مصطفی زرقار

[2] رد المختار کتاب الصرف

کہ بیع لازم نہیں ہورہی ہے تو ان سب صورتوں میں معاملہ فاسد ہوگا۔

(۵) بعض کے نزدیک مطلق لفظ بیع سے یہ معاملہ بیع کا ہوگا لیکن اگر خریدار نے اس صورت میں کہ بیچنے والا قیمت حاضر کردے معاملہ فسخ کرنے کے لئے کسی کو وکیل بنا لیا یا وعدہ وفار کی صورت میں بیع فسخ کرنے کا عہد کیا یا خریدار نے اصل مال پر کچھ نفع لگا لیا تو ان سب صورتوں میں یہ رہن کا معاملہ ہوگا۔

(۶) بعض کے نزدیک بیع کے وقت جب شرط کا ذکر نہ ہو تو خریدار کے حق میں بیع ہوگی اور بیچنے والے کے حق میں یہ بیع رہن ہوگی۔

(۷) بعض کے نزدیک اگر پہلے شرط کرلی پھر بعد میں مطلق معاملہ کیا تو یہ معاملہ جائز ہوگا اور پہلے کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

(۸) بعض احکام کے لحاظ سے بیع صحیح ہوگی اور بعض کے لحاظ سے فاسد ہوگی[۱]۔

امام حسن ماتریدیؒ سے کہا گیا کہ یہ بیع لوگوں میں رائج ہے اور آپ کا فتویٰ اس کے رہن ہونے کا ہے کیا یہ بات مناسب نہیں ہے کہ فقہار کو جمع کرکے باہمی اتفاق سے آپ کے فتویٰ کو لوگوں میں مشتہر کردیا جائے تو انھوں نے جواب دیا۔

المعتبر الیوم فتوانا وقد ظہر بین الناس فمن خالفنا فلیبرز نفسہ ولیقم دلیلہ[۲]	آج لوگوں میں زیادہ معتبر ہمارا ہی فتویٰ ہے جس کو ہم سے مخالفت ہو وہ کھل کر سامنے آئے اور اپنی دلیل قائم کرے۔

بعض علمار کا قول کہ بیع الوفار کی صحت پر اجماع ہے مذکورہ مختلف اقوال اور بعض میں شدت کے باوجود بیع الوفار کے جواز کا فتویٰ اپنی جگہ رہا بلکہ بعض علمار نے تو چھٹی صدی ہجری سے اس کی صحت پر حنفی

---

[۱] بحر الرائق شرح کنز الدقائق باب خیار الشرط ص ۸۰ ابن نجیم

[۲] جامع الفصولین جزر اول ص ۲۳۴ ابن قاضی سماونہ

فقہاء کا اجماع نقل کیا ہے جیسا کہ مصطفے زرقار کہتے ہیں۔

لیس ابن نجیم وحدہ الذی نقل صحتہ بل استقر علی صحتہ اجماع فقہاء المذہب الحنفی منذ القرن السادس الھجری[1]

تنہا ابن نجیم (صاحب الاشباہ والنظائر) سے بیع الوفاء کی صحت نہیں منقول ہے بلکہ چھٹی صدی ہجری سے اس کی صحت پر حنفی فقہاء کا اجماع ثابت ہے۔

مجلۃ الاحکام العدلیہ میں بیع الوفاء کے احکام بیع الوفاء کا جواز تسلیم کرنے کے بعد ہی "مجلۃ الاحکام العدلیہ" (اس مجلہ کو ۱۲۸۶ھ ۱۸۸۲ء میں منتخب علماء کے بورڈ نے مرتب کیا اور ۱۲۹۳ھ میں ایک فرمان کے ذریعہ پوری مملکت ترکیہ کا قانون قرار دیا گیا) میں اس کے یہ تفصیلی احکام بیان کئے گئے ہیں۔

الفصل السادس فی حق بیع الوفاء

چھٹی فصل بیع الوفاء کے بیان میں ہے

مادہ ۳۹۶۔ کما ان للبائع وفاء لہ ان یرد الثمن ویاخذ المبیع کذلک للمشتری ان یرد المبیع ویسترد الثمن۔

بائع (بیچنے والا) اور مشتری (خریدار) دونوں کے لئے وفاء عہد ضروری ہے بائع قیمت لوٹا کر مبیع (بیچی ہوئی چیز) کو لے لے اور مشتری مبیع کو لوٹا کر قیمت واپس لے لے۔

مادہ ۳۹۷۔ لیس للبائع ولا للمشتری بیع مبیع الوفاء لشخص آخر

بائع اور مشتری دونوں کے لئے کسی اور شخص کے ہاتھ اس مبیع کی بیع جائز نہیں ہے۔

مادہ ۳۹۸۔ اذا شرط فی بیع الوفاء ان یکون قدراً من منافع المبیع للمشتری صح ذلک مثلا لو تعامل البائع والمشتری وتراضیا علی ان الکرم المبیع بیع وفاء تکون غلتہ مناصفۃ بین البائع والمشتری صح ولزم الایفاء

---

[1] حاشیہ عقد التامین ص۷۶

علی الوجه المشروح۔

جب بیع الوفا میں یہ شرط کی گئی کہ بیع کے منافع سے کچھ حصہ خریدار کے لئے ہو تو درست ہے مثلاً بائع اور مشتری دونوں نے برابری کا معاملہ کیا اور اس پر راضی ہو گئے کہ انگور کے باغ (جس پر بیع وفا ہوئی ہے) دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہو تو یہ درست ہے اور دونوں پر حسب معاہدہ ایفاء لازم ہے۔

مادہ ۳۹۹ اذا کانت قیمة المال المبیع بالوفاء مساویة للدین وهلك المال فی ید المشتری سقط الدین فی مقابلته

جب مال بیع (جس پر بیع وفا ہوئی ہے) کی قیمت دین کے برابر ہو اور خریدار کے ہاتھ میں مال ہلاک ہو گیا تو اس کے بدلہ قرض ساقط ہو جائے گا۔

مادہ ۴۰۰۔ اذا کانت قیمة المال المبیع ناقصة عن الدین وهلك المبیع فی ید المشتری سقط من الدین بقدر قیمته واسترد المشتری الباقی واخذه من البائع۔

جب مال بیع کی قیمت دین سے کم ہو اور خریدار کے ہاتھ میں بیع ہلاک ہو گئی تو قیمت کی مقدار دین سے ساقط ہو جائے گی اور بقیہ دین خریدار بائع سے وصول کرے۔

مادہ ۴۰۱ اذا کانت قیمة المال المبیع وفاء زائدة عن مقدار الدین وهلك المبیع فی ید المشتری سقط من قیمته قدر ما یقابل الدین وضمن المشتری الزیادة ان کان هلاکه بالتعدی واما ان کان بلا تعدٍ فلا یلزم المشتری اداء تلك الزیادة

جب مال بیع کی قیمت دین کی مقدار سے زائد ہو اور خریدار کے ہاتھ میں بیع ہلاک ہو گئی تو دین کی مقدار قیمت سے ساقط ہو جائے گی اگر مال بیع کی ہلاکت خریدار کی کوتاہی سے ہوئی ہے تو بقیہ قیمت کا وہ ضامن ہوگا اور اگر اس کی کوتاہی کو دخل نہیں ہے تو بقیہ کی ادائیگی اس کے ذمہ لازم نہیں ہے۔

مادہ ۴۰۲ اذا مات احد المتبایعین وفاء انتقل حق الفسخ للوارث

اگر دو بیع وفار کرنے والوں میں سے ایک کا انتقال ہو جائے تو فسخ بیع کا حق اس کے ورثار کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

مادہ ۴۰۳ لیس لسائر الغرماء التعرض للمبیع وفاء مالم یستوف المشتری دینه

جب تک خریدار اپنا دین نہ وصول کر لے دوسرے قرضخواہوں کو بیع (جس پر بیع وفار ہوئی ہے) سے تعرض کرنے کا حق نہیں ہے۔

فصل کے آخر میں تاریخ ۲ر ذی الحجہ ۱۲۸۶ھ ۲۱ر شعبان ۱۲۸۶ھ اور چھ ذمہ دار حضرات کے دستخط ہیں جن میں علامہ شامی (ابن عابدین) کے صاحبزادہ علار الدین بھی ہیں[1]۔

مرشد الحیران میں بیع الوفار کے احکام

اسی طرح مرشد الحیران الی معرفۃ احوال الانسان (معاملات شرعیہ پر یہ کتاب ۱۰ر ستمبر ۱۸۹۰ء کو مصر میں ایک علمی مجلس کی تصدیق کے بعد شائع ہوئی ہے) میں بیع الوفار کا ذکر اس طرح شروع کیا گیا ہے:

فصل فی بیع الوفار

مادہ ۴۵۴ بیع الوفاء هو ان یبیع شیئاً بثمن او بدین علیه بشرط ان البائع متی رد الثمن الی المشتری او اداه الدین الذی له علیه رد له العین المبیعة وفاء

"بیع الوفار یہ ہے کہ کسی چیز کو معینہ قیمت یا دین کے بدلہ اس شرط پر بیچے کہ بیچنے والا جب قیمت لوٹا دے یا اس پر جو دین ہے وہ ادا کر دے تو یہ چیز خریدار واپس کر دے۔"

پھر اس کے بعد تقریباً وہی تفصیل ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے[2]۔

۱۹۶۱ء کی مجلس مقالات

شوال ۱۳۸۰ھ اپریل ۱۹۶۱ء میں جامعہ دمشق شام کی علمی مجلس نے ممتاز نمائندوں کو دعوت دی اور انھوں نے "بیمہ" پر مقالات پڑھے

---

[1] مجلۃ الاحکام العدلیہ الکتاب الاول الفصل السادس
[2] مرشد الحیران الی معرفۃ الانسان ص ۴۳

اور مختلف پہلوؤں سے غور کیا۔

ذیل میں استاذ مصطفےٰ زرقاء اور شیخ ابوزہرہ دو ممتاز نمائندوں کے خیالات پیش کئے جاتے ہیں جو فقہ اور شریعت کے متخصص ہیں۔

مصطفےٰ زرقار بیمہ کے جواز کے قائل ہیں

مصطفےٰ زرقار بیمہ کے جواز کے قائل ہیں ان کے مقالہ اور استدلال کا خلاصہ یہ ہے:

بیمہ پر گفتگو سے پہلے دو باتوں پر غور کرنا ضروری ہے

(۱) شریعت میں عقود و معاملات کی جو تفصیل مذکور ہے وہ ہر دور و زمانہ کے لحاظ سے کامل ہے یا بدلے ہوئے حالات و رجحانات کے پیش نظر اس میں اضافہ کی گنجائش ہے؟

(۲) نئے عقود و معاملات میں اصل حرمت ہے جب تک اباحت کی دلیل نہ ہو یا اصل اباحت ہے جب تک حرمت کی دلیل نہ پائی جائے؟

(۱) اس سے کوئی سمجھدار آدمی انکار نہیں کر سکتا کہ بدلے ہوئے حالات و رجحانات کے پیش نظر عقود و معاملات کی نئی تنظیمیں ضروری ہیں البتہ جدید تنظیموں کو شرعی حیثیت دینے کے لئے شرعی حدود وقیود کی رعایت ناگزیر ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کل شرط لیس فی کتاب اللہ تعالیٰ فہو باطل	ہر ایسی شرط جو اللہ کی کتاب میں نہ ہو باطل ہے۔

اس حدیث میں "کتاب اللہ" سے مراد "قرآن حکیم" نہیں بلکہ شریعت کے عمومی قواعد ہیں جس طرح "ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا" بیشک نماز مسلمانوں پر مقررہ وقت میں فرض ہے میں لفظ کتاب مکتوب کے معنی میں ہے اسی طرح مذکورہ حدیث میں کتاب مکتوب کے معنی میں ہے یعنی

ماکتبہ اللہ علی المومنین داوجبہ علیہم	جس کو اللہ نے مومنوں کے لئے لکھدیا اور ان پر لازم کر دیا

(۲) اسی طرح عام فقہار (فرقۂ ظاہریہ کے نزدیک اصل حرمت ہے جب تک اباحت کی دلیل نہ قائم ہو) کے نزدیک عقود و معاملات میں اصل اباحت ہے جب تک حرمت کی دلیل نہ پائی جائے جیسا کہ اس کا عملی ثبوت بیع الوفار کے سلسلہ میں مل چکا ہے کہ فقہار کے درمیان کافی اختلاف کے باوجود اس کے جواز کا فتویٰ اپنی جگہ رہا۔

واستقصرت الفتوی فی المذھب الحنفی علی ما سمی "القول الجامع" وھو ان بیع الوفاء لیس بیعاً صحیحا ولا بیعا فاسدا ولا رھنا وانما ھو عقد جدید ذو موضوع و خصائص تختلف عما لکل واحد من ھذہ العقود الثلاثة ولکن فیہ مشابہ من کل عقد من ھذہ الثلاثة لذلک قرر لہ فقہاء المذھب فیما بعد احکاما مستمدۃ من ھذہ العقود الثلاثة جمیعا ولم یلحقوہ باحدھا ویطبقوا علیہ احکامہ[1]

حنفی مذہب میں "قول جامع" کے نام سے فتویٰ برقرار رہا جس کا مطلب یہ ہے کہ بیع الوفاء بیع صحیح، بیع فاسد اور رہن کسی کے تحت نہیں آتا وہ ایک عقد جدید ہے جو اپنی وضع اور خصوصیات میں تینوں سے مختلف ہے لیکن کچھ کچھ مشابہت تینوں کے ساتھ پائی جاتی ہے، اسی بنار پر فقہار نے اس بیع کو کسی کے ساتھ مستقلاً شامل نہ کرنے کے باوجود احکام کے استنباط میں ہر ایک سے مدد لی ہے۔

قدیم عقود کے ساتھ بیمہ کی مشابہت

مصطفےٰ زرقار نے بیمہ کو جن قدیم عقود کے مشابہ قرار دیا وہ یہ ہیں:

(۱) عقد موالاۃ

مسئولیاتی بیمہ اس کے مشابہ ہے جس طرح "عقد موالاۃ" میں باہمی معاہدہ کے ذریعہ ایک شخص دوسرے کی ذمہ داری قبول کرتا اور دوسرا شخص وفات کے بعد اپنے مال میں اس کو قائمقام بناتا

---

[1] عقد التامین ص ۳۲

ہے اسی طرح مسئولیاتی بیمہ میں ایک شخص معاہدہ کے ذریعہ معینہ رقم کمپنی کو ادا کرتا اور کمپنی قائمقام بن کر بچوں کی تعلیم و شادی کی ذمہ داری قبول کرتی ہے۔

(۲) نظام عاقلہ

یہ حادثات و خطرات کے وقت نقصان کی تلافی کے لئے باہمی امداد و اجتماعی جرمانہ کا ایک نظام تھا جس میں عزیز قریب ہم پیشہ و ہم مشرب لوگ شریک ہوتے تھے۔

فقہ کی کتابوں میں جس انداز سے تذکرہ ہے اس کے پیش نظر یہ "نظام" دیت کے لئے خاص نہیں بلکہ مختلف حادثات و خطرات کے لئے عام ہے[۱]۔

حادثاتی بیمہ اس کے مشابہ ہے جس طرح اس میں نقصان کی تلافی کے لئے عاقلہ کو ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے اسی طرح حادثاتی بیمہ میں کمپنی کو ذمہ دار بنایا جاتا ہے۔

(۳) ضمان خطر الطریق (راستہ کے خطرہ سے ضمانت)

کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ آپ اس راستہ جائیے اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے اگر خطرہ پیش آیا تو میں نقصان کا ذمہ دار ہوں گا ایسی صورت میں جانے والے کو اگر خطرہ پیش آ گیا تو کہنے والا احناف کے نزدیک نقصان کی تلافی کا ذمہ دار ہوگا۔

اموال کا بیمہ اس کے مشابہ ہے جس طرح اس میں نقصان کی تلافی کی ذمہ داری ہوتی ہے اسی طرح کمپنی حسب معاہدہ حادثات کی صورت میں تلافی کا ذمہ لیتی ہے۔

(۴) قاعدۃ الالتزامات

کسی شخص نے دوسرے سے قرض۔ عاریت۔ خسارہ برداشت کرنے یا ایسے کسی اور کام کا وعدہ کیا جو اس کے ذمہ لازم نہ تھا تو اکثر مالکی فقہاء کے نزدیک یہ وعدہ لازم ہوگا اور اس کا پورا کرنا ضروری ہوگا۔

---

[۱] رد المختار ج ۵ ص ۵۶۲ عالمگیری ج ۶ ص ۸۳ المبسوط ج ۲۷ ص ۱۲۷ ہدایہ ج ۴

حفاظتی بیمہ اس کے مشابہ ہے جس طرح ان صورتوں میں وعدہ پورا کرنا ضروری ہے اسی طرح حفاظتی بیمہ میں حسب وعدہ نقصان کی تلافی ضروری ہے۔

(۵) نظام التقاعد والمعاش

سرکاری ملازمین کے لئے ریٹائر ہونے کے بعد پنشن کا نظام قائم ہے جس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

بیمۂ زندگی اس نظام کے مشابہ ہے جس طرح اس میں تنخواہ کی معمولی رقم جمع ہوتی رہتی اور ریٹائر ہونے کے بعد ملازمین یا ان کے اہل وعیال کو پنشن کی شکل میں یہ جمع شدہ رقم کچھ زیادتی کے ساتھ ماہوار ملتی رہتی ہے اسی طرح بیمہ میں قسط وار معمولی رقم جمع ہوتی رہتی اور مدت بیمہ پوری ہونے کے بعد بیمہ دار یا ورثاء ونامزدگان کو زر بیمہ کی شکل میں یہ جمع شدہ رقم کچھ زیادتی کے ساتھ واپس ملتی ہے (مصر وغیرہ میں غالباً "فنڈ" کا نظام نہیں ہے تنخواہ میں سے ماہانہ رقم پنشن کے لئے وضع ہوتی ہے)

اعتراضات کے جوابات مصطفٰی زرقاء نے بیمہ پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات بھی دئے ہیں مثلاً

(۱) بیمہ میں جوا پایا جاتا ہے

(۲) بیمہ کا تعلق رہن کی اس قسم سے ہے جو شرعاً ناجائز ہے

(۳) بیمہ میں تقدیر الٰہی سے مقابلہ ہے

(۴) بیمہ میں دھوکا پایا جاتا ہے۔

(۵) بیمہ میں جہالت پائی جاتی ہے

(۶) بیمہ میں سود پایا جاتا ہے

جوابات کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) بیمہ اور جوا میں درج ذیل بنیادی فرق ہیں۔

(الف) جُوا لہو ولعب کی ایک شکل ہے جو بہت سی اخلاقی و اجتماعی برائیوں کو جنم دیتا ہے جبکہ بیمہ مستقبل کے حادثات وخطرات میں نقصان کی تلافی کی ضمانت پیش کرتا ہے۔

(ب) جُوا سے بے اطمینانی وپریشانی پیدا ہوتی اور بیمہ سے امان واطمینان حاصل ہوتا ہے۔

(ج) جُوا محض جُوا ہے اس میں معاوضہ کی شکل نہیں ہے اور بیمہ میں معاوضہ کی شکل پائی جاتی ہے۔

(۲) رہن کی کسی قسم سے بیمہ کی مشابہت نہیں ہے نیز بیمہ کے جو فوائد ہیں ان سے رہن کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۳) تقدیر الٰہی سے مقابلہ اس بنا پر نہیں کہ بیمہ میں حادثات وخطرات سے حفاظت کی کی ضمانت نہیں ہوتی بلکہ نقصان کی تلافی کی ضمانت ہوتی ہے۔

(۴) دھوکہ کی وہ شکلیں ممنوع ہیں جن میں اتفاقاً ایک طرف فائدہ اور دوسری طرف خسارہ ہو بیمہ کے نظام میں عمومی حیثیت سے ایسی شکلیں نہیں پائی جاتی ہیں البتہ بعض صورتوں میں بعض وقت دھوکہ کا شبہ ہوتا ہے لیکن اس قسم کا معمولی دھوکہ کفالت وضمانت کی قدیم شکلوں[۱] میں بھی موجود ہے جن کو احناف نے ضرورت کی بنا پر نظر انداز کیا ہے۔

(۵) ہر قسم کی جہالت معاملہ کو نہیں فاسد کرتی بلکہ وہ جہالت فاسد کرتی ہے جو معاملہ کے نافذ ہونے میں رکاوٹ پیدا کرے بیمہ میں ایسی کوئی جہالت نہیں پائی جاتی جس سے یہ معاملہ نافذ نہ ہو سکے۔

سود حرام ہے لیکن بیمہ فی نفسہٖ جائز ہے

(۶) سود بیشک پایا جاتا ہے لیکن اس کی حرمت سے نفس بیمہ کے جواز میں فرق نہیں پڑتا۔ جیسے سود کی حرمت سے بیع، اجارہ وغیرہ دیگر عقود کے نفسِ جواز میں فرق نہیں پڑتا ہے۔ چنانچہ مصطفٰے زرقاء کہتے ہیں:

---

[۱] رد المحتار لابن عابدین ج ۴ کتاب الکفالہ

وحكمنا بالشروعية على النظام فى ذاته ليس معناه اقرار جميع الاساليب التعاملية والاقتصادية تلجأ اليها شركات التامين ولا اقرار جميع ما يتعارف بعض الناس فى بعض الدول او الاماكن التامين فيه بل ان نظام التامين فى ذاته اذا كان صحيحا شرعًا فان كل شرط يشرط فى عقده بعد ذلك وكل اسلوب تتعامل به شركات التامين وهو امر عن منفصل عن الحكم بصحة النظام فى ذاته[1]۔

بیمہ کو ہم فی نفسہ جائز کہتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام وہ شکلیں جائز ہیں جن پر کمپنیاں عمل کرنے کے لئے مجبور ہیں یا جو مختلف ممالک میں رائج ہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ جب بیمہ کا نظام فی نفسہ شرعًا صحیح ہے تو شرطوں اور شکلوں کا صحت کے حکم سے علحدہ قرار پائے گا۔

مذکورہ علمی مجلس کے اہم رکن شیخ ابوزہرہ تھے جنھوں نے جواز وعدم جواز کے لحاظ سے بیمہ کے دو حصے کئے ہیں۔

(۱) بیمہ کمپنیوں سے یہ معاملہ ناجائز ہے

(۲) حکومت اپنے ملازمین وکارکنوں کے درمیان یہ نظام قائم کرے تو جائز ہے۔

چنانچہ وہ کہتے ہیں

فموضع الخلاف محدود محصور فى العقود مع الشركات التى صناعتها الاستغلال عن طريق التامين

اختلاف صرف بیمہ کمپنیوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں ہے جو بیمہ سے کاروباری نفع کماتی ہیں۔

فالتامينات الاجتماعية التى تقوم بها

لیکن حکومت کے زیر انتظام جو اجتماعی بیمے ہوتے

---

[1] عقد التامین ص ۵۲

الدولة سواء اكانت بين العمال ام كانت بين الموظفين وسواء اكانت شاملة لها صفة العموم ام كانت خاصة ببعض الطوائف صحيحة مباحة ليس لنا اعتراض عليها وهو تعاون اجتماعی[1]

ہیں ان کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔ ان میں اجتماعی تعاون پایا جاتا ہے۔ خواہ یہ بیمے محنت کشوں کے درمیان ہوں یا دیگر ملازمین کے درمیان۔ اسی طرح خواہ ان کا دائرہ کار بعض گروہ تک محدود ہو یا مختلف گروہ کے لوگوں کو شامل ہو۔

ابوزہرہ کے نزدیک بیمہ کمپنیوں کے عدم جواز کے وجوہات یہ ہیں۔

(۱) اس میں جوا کا شبہ ہے

(۲) اس میں دھوکا پایا جاتا ہے

(۳) اس میں سود ہے۔

(۴) یہ عقد صرف (جس میں دونوں طرف رقم ہے) ہے جو دونوں عوض پر قبضہ کے بغیر صحیح نہیں ہوتا اور بیمہ کی تمام شکلوں میں دونوں طرف سے قبضہ نہیں پایا جاتا۔

(۵) اقتصادی ضرورت ایسی نہیں کہ جس سے اس نظام کی اہمیت ثابت ہو۔

ابوزہرہ سے موٹر کے بیمہ کا جواز اور بعد میں اس سے رجوع بھی منقول ہے۔

جواز یہ ہے۔

ان التامین علی السیارات مثلا لضمان اصلاحها لیس حراما[2]

موٹر کا بیمہ مثلاً حادثہ سے نقصان کی تلافی کے لئے حرام نہیں ہے۔

رجوع یہ ہے۔

واعلن انه رجع الان عن فتواه[3]

اعلان کیا کہ اب انھوں نے اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیا۔

---

[1] عقد التامین ص ۵۶ [2] ص ۳۲ [3] ایضاً

۱۹۶۵ء میں مؤتمر اسلامی کی اکثریت نے صرف بیمہ تعاونی کو جائز قرار دیا ہے

محرم ۱۳۸۵ھ مئی ۱۹۶۵ء میں مجمع بحوث اسلامی کی دوسری مؤتمر قاہرہ میں ہوئی جس میں بیمہ کے مسئلہ پر کافی غور وخوض کے بعد ممبران کی اکثریت (جس کے سربراہ ابو زہرہ تھے) نے تعاونی بیمہ کو جائز قرار دیا۔

التامین الذی تقوم به جمعیات تعاونیة یشترك فیها جمیع المستامنین لتؤدی لاعضائها ما یحتاجون الیه من معونات وخدمات امر مشروع وهو من التعاون علی البر[۱]	جو بیمے اجتماعی تعاون کی بنیاد پر قائم ہوں اور لوگ اس لئے شریک ہوں کہ ضرورت کے وقت ان کی مدد اور خدمت کی جائے گی تو وہ بیمے جائز ہیں ان میں تعاون علی البر کی صورت پائی جاتی ہے۔

استاذ علی خفیف نے تعاونی وتجارتی دونوں قسموں کو جائز کہا ہے

مؤتمر اسلامی کے اہم رکن استاذ علی خفیف جنھوں نے اپنے مقالہ میں تجارتی بیمہ کو بھی جائز قرار دیا تھا۔

ان کے دلائل یہ ہیں۔

(۱) بیمہ نیا عقد ہے کسی نص میں نہ اس کا ذکر ہے اور نہ اس کی ممانعت ہے ایسی صورت میں اصل جواز واباحت ہے۔

(۲) بیمہ ایسا عقد ہے جس میں بہت سے مصالح ہیں اور نقصان کوئی بھی نہیں ہے۔

(۳) بیمہ عرف عام بن گیا ہے جس سے عمومی وشخصی مصلحتیں وابستہ ہیں اور عرف خود اس کے جواز کی دلیل ہے۔

(۴) حاجت وضرورت بیمہ کے جواز کی مقتضی ہے۔

(۵) بیمہ میں وعدہ سے زیادہ التزام پایا جاتا ہے جبکہ وعدہ پورا کرنا مالکی فقہاء کے نزدیک لازم ہے۔

---

[۱] التامین صد ۱۲۲ سید محمد دسوقی

ان دلائل کی بنا پر استاذ علی خفیف کہتے ہیں۔

ان التامین التجاری فی العصر الحدیث اصبح ضرورۃ لا یمکن تجاھلھا — تجارتی بیمہ موجودہ دور کی ایک ضرورت ہے جس سے تجاہل ناممکن ہے۔

پھر اس کے بعد ہے۔

ان ھذا التامین جائز شرعاً — یہ بیمہ شرعاً جائز ہے

(باقی آئندہ)

قصص القرآن

قصص القرآن کا شمار ادارے کی نہایت ہی مقبول اور اہم کتابوں میں ہوتا ہے انبیاء علیہم السلام کے حالات اور ان کے دعوت حق اور پیغام کی تفصیلات پر اس درجے کی کوئی کتاب کسی زبان میں شائع نہیں ہوئی۔ کتاب کی چار ضخیم جلدیں ہیں۔

جلد اول میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علی نبینا وعلیہ السلام تک کے مکمل حالات آگئے ہیں۔ طبع آفسٹ قیمت دس روپے۔ مجلد بارہ روپے۔

جلد دوم۔ حضرت یوشع علیہ السلام سے لیکر حضرت یحییٰ علیہ السلام تک کے حالات تک ان تمام پیغمبروں کے سوانح حیات اور دعوتِ حق کا بیان جن کا قرآن مجید میں تذکرہ ہے۔ صفحات ۲۸۰ بڑی تقطیع قیمت پانچ روپے مجلد چھ روپے

جلد سوم۔ انبیاء علیہم السلام کے واقعات کے علاوہ باقی قصص قرآنی اور تاریخی واقعات کا عبرت آموز بیان۔ صفحات ۴۴۰ بڑی تقطیع قیمت سات روپے مجلد آٹھ روپے

جلد چہارم۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ پاک اور دعوتِ حق کا مفصل اور محققانہ بیان۔ مع دیگر ضروری حالات و واقعات اور مباحث مہمہ ۵۲۰ صفحات بڑی تقطیع۔ قیمت دس روپے مجلد گیارہ روپے

پوری کتاب کے مجموعی صفحات ۱۷۸۴ مجموعی قیمت بتیس ۳۲ روپے بلا جلد

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی